OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

کرنسی کے بارے میں مولانا احمد رضا خانؒ کی کتاب کفل الفقیہ الفاھم کا خصوصی مطالعہ

ڈاکٹر علی اکبر الازہری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی واسلامیات، گیریزن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر منظور احمد الازہری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی واسلامیات، ہائی ٹیک یونیورسٹی، ٹیکسلا

Abstract

This paper aims to highlight the scholarly discourse regarding money, cash and currency notes (nuqud) as well as Shariah injunctions in this regard tackling twelve queries about what is currency notes and its merits and demerit as a medium of exchange or is there any intrinsic value of paper money or not considering the valuable opinions of scholars about salient features of paper money. This Religio-Economic discourse also depicts the insight of jurists approach when there was no prominent working in the world within the traditional circle about the subject study. This article analytically judges the various outlooks and stances of Islamic scholars with brief historical sketch about currency along with number of contemporary scholars and their standpoints from Egypt and Pakistan etc. Is there any relation of cash with usury (Riba) having storage value and some other relevant questions about alms due (Zakat), paper money and marriage dowry have also been addressed. Hence, the note is not just a certificate but a source of payment, exchange of good and guarantee of commodity.

Keywords: *Kifal al-Faqīh al-Fāhim, Currency, Legal Opinions, Religio-Economic Approach*

تمہید

دینِ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔اور انسانی معاشرے کی جملہ معاشی وسماجی وسیاسی معاملات میں دستگیری کرتا ہے۔ زمانہ عروج کے روزِ اول سے ہی علمائے اسلام نے پوری ذمہ داری کے ساتھ معاشرے کو لاحق مسائل کو جانچا، پرکھا اور روحِ شریعت کے مطابق اپنی اجتہادی سوچ سے ان کا مناسب حل تلاش کیا۔ اس طرح ۱۳ صدیوں تک اسلامی نظام کے ثمرات سے متمتع دنیا کو ایک کامیاب نظامِ معیشت فراہم کرنا امتِ مسلمہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ خلافتِ راشدہ سے خلافتِ عثمانیہ تک اسلام کا معاشی نظام بھی پوری آب وتاب کے ساتھ دنیا میں قائم رہا اور اس کے اثرات سے تمام بنی نوع انسانی معاشی عدل کی نعمتوں سے ہمکنار رہی۔ پہلی صدی ہجری میں تو نظامِ رسالت و خلافت کی حسنات و برکات بعینہ جاری رہیں۔ اور مدینہ طیبہ کے فقہائے سبعہ نے امت کی ہر مسئلے میں رہنمائی کی پھر دوسری صدی

کے آغاز میں اسلامی مملکت کی وسعتوں میں مختلف اقوام کے آنے سے جو علاقائی و معاشرتی اثرات مرتب ہوئے ان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ائمہ کرام کی صورت میں بہت سے اور فقہاء امت اسلامیہ کو دیئے جن میں بہت سے فقہائے کرام اجتہاد کی اعلیٰ رفعتوں پر فائز تھے۔

معاشی معاملات چونکہ زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے جن فقہائے کرام نے ان موضوعات کو اپنی جولانگہِ فکر میں خاص اہمیت دی ان میں ائمۃ اربعۃ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ کے مخازنِ علم و حکمت کے علاوہ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج، امام محمد بن الحسنؒ کی الکسب اور الجامع الصغیر والکبیر، قاسم بن سلام کی کتاب الاموال، علامہ سرخسی کی المبسوط، مرغینانی کی الھدایہ، جاحظؒ کی التبصر فی التجارۃ، مقریزی کی السلوک فی معرفۃ دول الملوک، ابن الحاج کی المدخل، غزالی کی الاحیاء، ماوردی کی الاحکام السلطانیہ، ابن خلدون کا مقدمہ، السیوطی کی قطع المجادلۃ عند تغییر المعاملۃ، ابنِ عابدین کی تنبیہ الرقود فی مسائل النقود اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی الحجۃ البالغۃ شامل ہیں۔ یہ نمونہ مشتے از خروارے ہے۔

مزید برآں برصغیر پاک و ہند میں جن علمائے کرام نے رہنمائی امت کا فریضہ بڑی لیاقت سے سرانجام دیا۔ ان میں سرفہرست مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کا نام بھی آتا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں آپ کے علم و فضل کے چرچے تھے۔ آپ نے تقریباً ۵۰ علوم پر کم و بیش ایک ۱۰۰۰ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ نے فقہی علوم پر اپنے رشحاتِ قلم سے ایک ضخیم فتاویٰ رضویہ قوم کو پیش فرمایا جس کی افادیت آج بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ کی عبقریتِ علمی پر محبت رسولؐ کا رنگ غالب تھا۔ اور نیتِ صالحہ میں خیر خواہیٔ امت تھی۔ اس لئے بھی اللہ کریم نے فتوحات کے دروازے آپ پر کھول دیئے۔ اور یہ سب کچھ ہونے پر آپ کے الفاظ خود بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ نے دیگر علوم کی طرح معاشیات کی اہمیت کو بھی پیشِ نظر رکھا اور بڑی سلاست کے ساتھ معاشی موضوعات پر خامہ فرسائی کی جن کا اظہار آپ کی اُن مقتدر تحریروں سے ہوتا ہے جن پر آپ نے خاص توجہ فرمائی۔ معاشیات پر آپ کے آثار حمیدہ میں درج ذیل کتب شامل ہیں۔

کسب حلال ومال،خیر الآمال فی حکم الکسب و السؤال، کتاب البیوع، کتاب الوقف، التحریر الجید فی حقّ المسجد، کتاب الزکاۃ، کتاب الفرائض، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح، کتاب الاجارۃ، کتاب المضاربۃو المشارکۃ و المزارعۃ ،ا لھبۃو التملیک و العاریۃ والکفالۃ والرھن و الامانات والبیع والشراء، السلم، الاستصناع، المرابحۃ، الصرف، الوفاء، الاحتکار اور مرکوز معاشی موضوعات پر آپ کی کتابیں ہیں۔ کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم اور کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم۔ یہ کرنسی نوٹ کے حوالے سے آپ

نے تالیف فرمائیں جو اُس زمانے میں ایک ابھرتے ہوئے نئے مسئلے کے بارے میں تھیں۔ مؤخر الذکر کتاب ہمارا موضوعِ بحث بھی ہے۔ اس کے تعارف سے پہلے بیسویں صدی میں کرنسی پر طاری ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۹۰۰ء میں امریکا میں طلائی معیار (گولڈ اسٹینڈرڈ) کا قانون لاگو ہوا، اس قانون کے تحت صرف سونا کرنسی قرار پایا اور چاندی سے سونے کا تبادلہ روک دیا گیا کیونکہ چاندی کی قیمتیں گر رہی تھیں اور چاندی کی دستیابی بڑھنے کی وجہ سے بڑے بینکوں کے لیے چاندی پر اجارہ داری برقرار رکھنا مشکل ہوتا جا رہا تھا اور کاغذی کرنسی کے رواج کو مستحکم کرنے کی ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھیں۔ اس قانون کے مطابق ۲۰٫۶۷ ڈالر ایک ٹرائے اونس (۳۱٫۱ گرام) سونے کے برابر قرار پائے۔ ۲۵ اپریل ۱۹۳۳ء کو امریکا اور کینیڈا نے معیار سونا ترک کر دیا کیونکہ اس سال امریکا میں عوام پہ سونا رکھنے پر پابندی لگادی گئی تھی۔

پہلے سکے اپنی اصل مالیت کے ہوا کرتے تھے یعنی ان میں جتنے کی دھات ہوتی تھی اتنی ہی قدر ان پر لکھی ہوتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ سکے جاری کرنے والی حکومتیں کم قیمت کی دھات پر زیادہ قدر لکھنے لگیں۔ آج کل سکّوں پر لکھی ہوئی قدر ان کی اصل قیمت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے سکے ٹوکن منی کہلاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک یورو کے سکے میں موجود دھات کی قیمت ایک یورو کا بیسواں حصہ ہوتی ہے۔

اگر کسی وجہ سے سکّوں پر لکھی ہوئی رقم دھات کی مالیت سے کم ہو جائے تو لوگ سکے پگھلا کر استعمال کی دوسری دھاتی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں ہندوستانی روپیہ پگھلا کر لوگوں نے بڑی مقدار میں چاندی تیار کی۔

۱۹۴۷ء میں جب آزادی برطانوی ہند عمل میں آئی تو پاکستانی کرنسی کا وجود نہ تھا اس لیے برطانوی ہند کے روپیہ پر پاکستان کی مہر لگا کر استعمال کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان نے اپنی کاغذی کرنسی چھاپی اور دھاتی سکے بھی جاری کیے۔ اس وقت ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوتے تھے اور ہر آنے میں چار پیسے۔ ایک پیسہ تین پائی کے برابر تھا یعنی ایک روپے میں ۶۴ پیسے یا ۱۹۲ پائی ہوتی تھیں۔[1]

اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد رضا خانؒ کو جو فہمِ رسا عطا کیا تھا اس سے آپ نے دھاتی کرنسی کے کاغذی کرنسی میں تبدیلی کے معاملات کو بروقت سمجھنے اور شرعی احکام بیان کرنے میں سبقت حاصل کی اور اسے زیرِ نظر رسالہ کی صورت میں عام فائدہ کیلیے چھپوا دیا گیا۔

مبحث اوّل: کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم کا مختصر تعارف

بیسویں صدی کے آغاز میں مفتیٔ مکہ جناب جمال بن عبداللہؒ سے علمائے کرام نے کرنسی نوٹ کے حوالے سے شرعی حکم کا استفسار کیا۔ تو انہوں نے فرمایا "العلم امانة فی اعناق العلماء" کہ علم علماء کی گردنوں میں ایک امانت ہے۔ یعنی اگر صحیح بات معلوم ہو جائے تو بتائیں۔ ساتھ ہی موضوع کی وضاحت سے معذرت فرمائی۔

مولانا احمد رضا خانؒ نے ۱۹۰۵ میں حج کے لئے مکۃ المکرمہ میں حاضری دی۔ تو وہاں کے علماء کرام نے آپ سے کرنسی نوٹ کی حقیقت واحکام کے بارے میں بارہ سوالات کئے۔ آپ نے ان کے تحریری جوابات عنایت فرمائے۔ جو کہ آج کفل الفقیہ الفاھم کی کتابی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ یہ مسودہ جب دوسرے مفتی مکہ جناب عبداللہ بن صدیقؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا این جمال ابن عبدالله من هٰذا النصّ الصريح؟ جمال عبداللہ اس صریح نصّ کے بارے میں کہاں کھڑے ہیں؟ یہ کیسے ان سے اوجھل رہی؟ [۲]

یہ مختصر و مفید رسالہ کرنسی کے بارے میں درج ذیل بارہ سوالات اور مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے جوابات پر مشتمل ہے جو آج بھی مسلم دنیا میں زیر عمل ہیں۔

س۔۱ کرنسی نوٹ کی حقیقت کیا ہے۔ یہ مال ہے یا رسید مقابل سونا، یا اقرار نامہء وصولی؟

ج: نوٹ کاغذ ہے۔ یہ مال متقوم شمار ہوگا۔ جو بوجہ وصف خاص یعنی مہر حکومت سکۂ مطلوب و محبوب ٹھہرا۔ جیسے علمی مسودہ کی قیمت بے شمار ہو سکتی ہے، اگرچہ ایک روپے کے کاغذ پر لکھا ہوا ہو، جیسا کہ ۵۰۰ کاغذ کا دستہ (رِم) ۵۰۰ روپے کا ہو۔ اسی طرح جیسے غلام و جاریہ کے علم و جمال پر قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ آپ کی دلیل ابنِ ہمام کا قول ہے کہ اگر کسی نے ایک کاغذ ۱۰۰۰ درھم میں بیچا تو جائز ہے۔ (لو باع كاغذة بألف يجوز و لايكره)

س۔۲ نوٹ نصاب زکوۃ کو پہنچیں تو سال بعد زکوۃ ہوگی؟

ج: بعض نے کہا ہے کہ یہ مال کی رسیدیں ہیں اس لئے رسیدوں پر زکوۃ نہیں ہوگی لیکن مولانا احمد رضا خانؒ نے فرمایا کہ یہ مال متقوم ہے نصاب پر مع شروط زکاۃ ہوگی۔ ہمارے خیال میں اس کاغذ کی قیمت ذاتی نہیں بلکہ حکومتی ضمانت کی وجہ سے ہے اسلیے اس کی ظاہری قدر پر زکاۃ ہوگی۔

س۔۳ کیا نوٹ مہر میں دیا جاسکتا ہے، کیا یہ مال ہے یا اس کا بدل؟

ج: جی ہاں! یہ مال متقوم ہے جس کی خرید و فروخت شرعاً منع نہیں جیسا کہ خمر و خنزیر کی منع ہے۔ آج بھی مہر روپوں میں ادا ہوتا ہے۔ یہاں حدیث پاک "ولو خاتما من حديد" (یعنی مہر دو خواہ لوہے کی انگوٹھی) سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

س۔۴ نوٹ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

ج: جی! جبکہ یہ بقدر ۱۰ درھم حرز و حفاظت میں سے چرایا جائے۔ حقیقت تو یہی ہے اگرچہ عمل ندارد۔

س۔۵ نوٹ کے ضیاع/پھاڑنے پر نوٹ دینا واجب ہے یا سونا چاندی؟

ج۔۵ بعض نے کہا کہ رسید کی تلفی پر شرعا تاوان نہیں لیکن نوٹ مال ہے رسید نہیں اور مثلی ہے اسلئے رد بھی مثلی ہوگا نہ کہ سونا چاندی۔ آج بھی ایسا ہی ہے یعنی ۱۰۰ کے بدلے ۵۰۰ تو نہیں ملیں گے۔

س۔۶ نوٹ کو نقدین (سونا چاندی) کے بدلے بیچنا کیسا ہے؟

ج: مبیع کا مال متقوم ہونا ہونا ضروری ہے اور نوٹ بھی عرفاً و اصطلاحاً مقبول ہے۔ جیسا کہ مٹی کی اپنی قیمت کچھ بھی ہو، نہ بھی ہو لیکن خزف (پکی مٹی کے برتن) کی قیمت ہے۔ اور آج بھی ایسا ہی ہے۔

س-۷ نوٹ سے کپڑے خریدنا بیع مطلق ہے یا مقائضہ (بارٹر)؟

ج: نوٹ ثمن اصطلاحی ہے۔ یہ بیع مطلق ہو گی کہ نہ بارٹر۔ تمام مجامع فقہیہ کا اب اس پر اتفاق ہے۔

س-۸ کیا نوٹ بطور قرض دینا جائز ہے؟ واپسی نوٹ کی ہو گی یا سکے مطلوب ہونگے؟

ج: نوٹ کا قرض دینا جائز ہے اس کا رد بھی مثلی ہو گا نہ کہ کوئی اور شے۔

س-۹ نوٹ کو سکوں کے بدلے معینہ مدت کیلئے بیچنا جائز ہے؟

ج: بشرطِ قبضِ مجلس نہ کہ جیسا E-Trade میں قبضِ حکمی ہوتا ہے جو مالکیہ کے ہاں جائز ہے۔

س-۱۰ کیا نوٹ میں بیع سلم جائز ہے؟

ج: کہا گیا ہے کہ ثمن میں بیع جائز نہیں، شرعاً لعدم التعیین کالنقدین (عدم تعین کی وجہ سے سونا چاندی میں شرعاً بیع سلم جائز نہیں)، لیکن آپ نے فرمایا، یجوزلبطلان الثمنیتة و تعیین قطع الکاغذ یعنی کاغذ کے ٹکڑے میں ان کا تعین ممکن ہے اسلئے یہ بیع سلم جائز ہو گی۔ آجکل اسلامی بینک "کرنسی سلم" کا معاملہ کرتے ہیں جو محل نظر ہے لوجود الغرر فی المستقبل (مستقبل میں متوقع غرر کی وجہ سے)۔

س-۱۱ کیا نوٹ کو اس کی مالیت سے کم یا زیادہ بیچنا جائز ہے؟

ج: یجوزبرضاالمتعاقدین اصطلاحاً وعرفاً (کالنوت الجدیدیوم العید) یہ متعاقدین کی رضا سے جائز ہے۔ کیونکہ علّتِ ربا جنس و قدر ہے لیکن نوٹ میں جنس کی علت ہے، اس لئے کمی بیشی جائز ہے۔ جیسا کہ عید پر نئے نوٹ کی خرید برضا زیادہ قیمت پر ہوتی ہے۔

س-۱۲ دس روپے قرض ۱۲ سکّوں کے عوض قسط پر دینا جائز ہے؟

ج: بیع کی نیت سے تجارت میں جائز ہے لیکن قرض میں نہیں کیونکہ نوٹ جنس کاغذ میں سے ہے۔ اور سکے (نقدین) میں سے ثمن ہو سکتے ہیں۔ پس اختلاف الجنسین ہوا جو کہ جائز ہے۔ ہمارے خیال میں اگرچہ اس میں اختلافِ علماء ہے لیکن قسطوں پر خریداری میں یہ اصول کارفرما ہے۔

ان بارہ سوالات کے جوابات سے مولانا احمد رضا خان کی فکر ثاقب مترشح ہوتی ہے۔ آپ نے جسے فقاہت و مہارت عملی سے یہ جوابات تحریر فرمائے وہ آج بھی فقہائے کرام کیلئے مشعل راہ ہیں۔ بلکہ آج بہت ساری اسلامی بنکاری کا دار و مدار انہی فقہی تفریعات پر قائم ہے۔ گویا مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اسلامی اقتصادی نظام کی مکمل بحالی کی بنیاد بیسوی صدی کے آغاز میں رکھ دی تھی اور بعد میں قائم ہونے والے مجامع فقہیہ نے بھی ان بنیادوں پر کام کیا اور گذشتہ نصف

صدی سے اسلامی معاشیات کا نظام اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کیلیے کوشاں ہے۔کرنسی اور سودی معاملات پر دیگر فقہائے کرام کی آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

مبحث دوم:۔ علماء کی آراء

اسلامی تاریخ میں سفتجہ کی شکل میں حوالہء مال ہوتا تھا لیکن اسلامی کرنسی سونے چاندی کے سکے ہی تھی، اسکا قدیم تصور قرآنی آیت سے بھی ثابت ہے: (فابعثوا أحدکم بورقکم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فليأتكم برزق منه)

پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ شہر کی طرف، پس وہ دیکھے کہ کس کے ہاں عمدہ پاکیزہ کھانا ملتا ہے، پس وہ لے آئے تمہارے پاس کھانا وہاں سے"[۳]

امام غزالیؒ کے مطابق سونے چاندی میں اتنی صلاحیت نہیں کہ انہیں عمارت میں استعمال کیا جائے بلکہ انکا مقصدِ تخلیق تبادلہ اشیاء ہے۔ مثلاً کسی کے پاس زعفران بیچنے کو ہے لیکن لینے والا اُونٹ معاوضے میں دینا چاہتا ہے اور دونوں کی طلب مختلف ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اِس نازک دھات کو پیدا فرما کر اپنی مخلوق پر احسان فرمایا کہ وہ آسانی سے اپنی چیزیں بیچ کر نئی خرید سکیں۔[۴]

تاریخی طور پر ۶۵۰-۸۰۰ءتک چائنا میں ڈرافٹ کی شکل میں تبادلہ ءاشیاء ہوتا تھا، پھر ۹۱۰ءمیں انہوں نے پہلا نوٹ جاری کیا جسے مقریزی[۵] اور رحلۃ ابن بطوطہ[۶] نے بھی ذکر کیا ہے۔ پہلے پہل لوگ اپنا سونا چاندی سنار کے پاس رکھ کر رسید لے لیتے تھے پھر بنکوں نے یہ کام سنبھال لیا اور مرکزی بنک سونا چاندی جمع کر کے اتنے نوٹ جاری کردیتے تھے۔ جاپان نے ۱۳۰۰ میں، سٹوکھوم نے ۱۶۰۰ میں، انگلینڈ نے ۱۸۳۳ میں اور بنک آف کلکتہ نے ۱۸۲۵ میں پہلا نوٹ جاری کیا۔

کرنسی نوٹ کی خصوصیات پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تین اہم امیتزات کی حامل ہے:۔

الف: یہ ذریعہ، مبادلہ ہے۔

ب: یہ قیمتوں کا پیمانہ ہے۔

ج: یہ حفظِ مال کا وسیلہ ہے۔

مسلمان دنیا میں اسکی آمد ۱۹۰۰ کی پہلی دہائی میں ہوئی تو علمائے اسلام نے اس پر سوچنا شروع کیا اور یہی وجہ تھی کہ تمام دنیا کے علمائے کرام جب حج پر جاتے تو وہاں مختلف معاملاتِ جدیدہ بھی زیرِ بحث آتے۔ یہی علمی مناقشات مختلف تالیفات کا سبب بھی بنتے۔ اسی پسِ منظر میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تالیف مذکور منظر عام پر آئی۔ قدیم و معاصر علمائے کرام نے کرنسی پر اپنی آراء کا اظہار فرمایا ہے جسکا تذکرہ آئندہ سطور میں مذکور ہے:

۱: کرنسی بارے پہلا موقف

مولانا احمد رضا خانؒ کے ہاں کبار علمائے ھند و مفتیان کرام کا تانتا بندھا رہتا تھا جہاں مسلسل مشاورت جاری رہتی جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ بیسوی صدی کے آغاز میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے کرنسی کے بارے میں اپنے فقہی موقف کا اظہار فرمایا جبکہ عرب کے علمائے کرام ابھی اس مسئلہ کی وضاحت سے معذرت کناں تھے۔ علمائے ہند میں سے جس نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا، مولانا صاحب نے ۱۲۰ اشکالات وارد کر کے اپنی کتاب کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم میں اسکا رد کیا، آپکے نزدیک کاغذی نوٹ فلوس یعنی تانبا پتیل کے چھوٹے سِکّوں کی طرح ہیں جو کہ چھوٹے معاملات کے لئے ثمن کا کام دیتے ہیں۔ لیکن یہ سونے چاندی کیطرح نقدی یعنی درہم و دینار شمار نہیں ہوتے۔ بلکہ مقامی سطح پر ہر علاقے میں یہ مختلف وزن و مقدار و قیمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ آپ نے ثمن خلقی (سونا چاندی کے سکے) اور ثمنِ اصطلاحی جیسے فلوس وغیرہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ نوٹ مال کی قسم ہے جو حقیقتاً عروض یعنی سامانِ تجارت ہیں لیکن اصطلاحاً انہیں ثمن قرار دیا گیا ہے۔ متعاقدین کی رضا سے انکے ساتھ معاملہ طے کرنا جائز ہے۔ اور انہی کی رضا سے انکی ثمنیت کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہی رائے شیخین سے منقول ہے [۷]۔ پھر یہ عام سامان کیطرح سے کاغذ ہوں گے۔ اور ان پر وہی احکام لاگو ہوں گے جن کا ذکر کفل الفقیہ کے سوالات کے جوابات میں کیا گیا ہے [۸]۔

۲: دوسرا موقف

معاصر علمائے سعودی عرب میں سے شیخ عبد الرحمن السعدی [۹] اور شیخ عثیمین [۱۰] کی رائے میں نوٹوں کی ثمنیت ختم نہیں کیجا سکتی کیونکہ یہ حکومت کے اختیارات میں ہے۔ اور عملاً بھی یہ رائے بڑی وجیہ ہے کیونکہ عوام کو قانوناً اس کرنسی کا پابند کر دیا جاتا ہے جس کا انکار کرنا جرم ہے۔

۳: تیسرا موقف

شیخ عبد اللہ بسام کے نزدیک نوٹ فلوس (رومی سِکّوں) کیطرح ہیں انکی ثمنیت کا تعلق حکومت سے ہے اسے متعاقدین ختم نہیں کر سکتے۔ ان میں ربا النسیئہ کا اطلاق ہو گا لیکن ربا الفضل کا نہیں [۱۱]۔ یعنی یہ عروضِ تجارت کی طرح نہیں ہوں گے جس میں ربا الفضل کا اجراء ہوتا ہے بلکہ ایک مستقل کرنسی ہوں گے۔

۴: چوتھا موقف

شیخ احمد الخطیب کی رائے میں نوٹ فلوس (سِکّوں) کیطرح ہیں، ان میں زکوۃ نہیں، یہ مقامی سطح پر مختلف قیمت و قدر سے جاری ہوتے ہیں۔ [12]

۵: پانچواں موقف: جامعۃ الازھر

شیخ الازھر محمد حسنین مخلوف جو مولانا احمد رضا خان کے ہمعصر بھی تھے، انکے مطابق نوٹ سندِ دین ہیں جسطرح سامان کی رسید ہوتی ہے۔ لیکن یہ دین نامی بھی ہے اور نافع یعنی نفع بخش بھی تاہم اسے حقیقی دین نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ لوگ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے۔ البتہ حکومت کے پاس نقدین نہ بھی ہوں تو بھی وہ اپنی ساکھ پر نوٹ جاری کرتی ہے لیکن عرفاً اسکی ثمنیت کی وجہ سے اس پر نقدین کے احکام لاگو ہوں گے۔[۱۳]

۶: چھٹا موقف: ھیئۃ کبار العلماء سعودی عرب

سعودی ھیئۃ کبار العلماء کے ممبران الشیخ عبدالرزاق العفیفی[۱۴] اور عبداللہ بن سلیمان ابن المنیع[۱۵] کے مطابق نوٹ ثمن خلقی کا بدل اور ثمنِ عرفی ہیں جنکی اپنی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ یہ حکومتی ضمانت پر جاری ہوتے ہیں۔ بدل اور مبدل منہ کے احکام برابر ہوتے ہیں اور ان میں مقاصدِ شریعت کا اعتبار ہوگا۔

ساتواں موقف: المالکیہ کی رائے

مصر میں شیخ المالکیہ محمد علیش کی رائے الشیخ محمد امین شنقیطی نے اپنی تفسیر اضواء البیان میں نقل کی ہے کہ علامہ علیش المالکی المصری نے کرنسی نوٹوں کے عروض یعنی سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور متاخرین مالکیہ اس فتویٰ کی تائید کرتے ہیں۔ جب یہ تجارت کی غرض سے استعمال ہو تو ان پر زکوٰۃِ عروض ہوگی لیکن احکامِ ربا جاری نہ ہوں گے۔[۱۶]

آٹھواں موقف: مجمع البحوث الاسلامیہ مصر کی وضاحت

۱۹۵۰ء کی دہائی میں مصر کے امام ابوزھرہ[۱۷]، شیخ احمد الساعاتی[۱۸]، شیخ محمد الخباز[۱۹] نے نوٹوں کو مستقل نقدی قرار دیا، کہ یہ اصل نقدین (سونا، چاندی) کے برابر ہوتے ہیں اور ان میں نقدین کے تمام احکام بھی جاری ہوتے ہیں۔

نواں موقف: مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدّہ

عالم اسلام کے مایہ ناز فقہاء پر مبنی اس مجمع علمی نے نوٹوں کے بارے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۱-۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء عمان اردن میں قرارداد پاس کی کہ یہ زر اعتباری نہیں اس میں ثمنیت کی مکمل صفت پائی جاتی ہے اس پر ربا، زکاۃ اور سلم وغیرہ کیلئے سونے چاندی کے تمام احکام لاگو ہوں گے۔[۲۰]

دسواں موقف: مجمع الفقہ الاسلامی بمکۃ المکرمۃ

اس مرکزِ علمی و فقہی نے بھی نوٹوں کے بارے میں اپنے فتویٰ نمبر ۶ میں قرار دیا کہ:

(۱) چونکہ سونا و چاندی اصل نقود نہیں اور علت ثمنیت کی وجہ سے ان میں ربا کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

(۲) یہی ثمنیت اب نوٹوں میں بھی ہے۔ یہ مستقل نقدی ہے، اس پر نقدین کے احکام جاری ہوں گے (زکاۃ وربا وغیرہ)۔ اسکا تقاضا ہے کہ:

(ا) نوٹ کو نوٹ کے بدلے ادھار بیچنا درست نہیں، نہ ہی دوسری جنس مثلاً ڈالر بغیر قبض کے۔

(ب) ہم جنس نوٹ میں تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں۔ جسطرح ۱۰ سعودی ریال ۱۱ ریال کے بدلے۔

(ج) مختلف الاجناس کرنسی کو تفاضل کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ بیچنا جائز ہے۔

(۳) نوٹوں پر زکاۃ واجب ہے بشرطِ نصاب وحول۔

(۴) نوٹوں کو بیع سلم میں راس المال بنایا جاسکتا ہے۔[۲۱]

گیارواں موقف: معاصر علمائے پاکستان

معاصر پاکستانی علمائے کرام میں سے مفتی محمد تقی عثمانی نے قضایا فقہیہ معاصرہ[۲۲] میں اور علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم[۲۳] میں کہا ہے کہ فلوس (سکوں) کی طرح ہیں نہ کہ سامانِ تجارت کی طرح۔ یہ ثمنیت کے مقصد کے لیے جاری ہوتے ہیں۔ انہیں زر اعتباری کہا جائے گا۔ دونوں علماء نے امام محمد وامام مالک کے موقف کے مطابق رائے دی ہے کہ ان کی ثمنیت ختم نہیں ہوتی جبکہ شیخین کے ہاں ختم ہوسکتی ہے چونکہ یہ عروض کے مساوی ہیں۔ امام مالک کے ہاں بوجہ قوتِ خرید فلوس میں ربا الفضل کی علتِ ثمنیت موجود ہے اور امام محمد الشیبانی کے مطابق بھی ثمنیت کو حکومت ہی ختم کرسکتی ہے کیونکہ یہ دو متعاقدین نے نہیں بلکہ بہت سے لوگوں نے اصطلاحا قائم کی ہوتی ہے۔[۲۴]

مولانا احمد رضا خان نے انفرادی آزادیء تصرف و تجارت کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن کریم سے استدلال کیا تھا(إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ)[۲۵] یعنی وہ تجارت جو باہمی رضامندی سے ہو۔ چونکہ ابتدا میں نوٹ کی ثمنیت عرفاواصطلاحا متعین ہو چکی تھی اسلیے اسے ختم کرنے کا اختیار بھی عاقدین کو حاصل ہونا چاہیے۔ اور قاعدہ ہے: ولا مشاحۃ فی الاصطلاح، یعنی اصطلاح میں کوئی کھینچاتانی نہیں ہونی چاہیے۔

آخر میں سودی نظام سے بچنے کی وہ تدابیر ذکر کی جاتی ہیں جو کفل الفقیہ کے آخر میں ختام المسک کے طور پر مذکور ہیں۔

مبحث ۳:- سودی نظام سے بچنے کی تدابیر

مولانا احمد رضا خانؒ نے اپنی اس مختصر و مفید کتاب کے آخر میں سود سے بچنے کی تدابیر ذکر کی ہیں اور مالیت میں تفاضل پر سات وجوہ سے استدلال کیا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ ابن نجیم الحنفی کا قول ہے کہ دنبے کے مختلف اعضاء متفاضلا بیچنا جائز ہے لاختلاف الاسماء والمقاصد، کیونکہ ہر عضو کا نام اور مقصد مختلف ہوتا ہے اگرچہ جنس سب کی ایک (دنبہ) ہی ہے۔[۲۶]

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک غریب انسان جو دنیا میں بھی سود میں جکڑا ہوا ہو اور سودی غبار سے اپنی آخرت کے بارے میں بھی مشوش ہو اس کی پریشانی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اسے اوھام کی اس دلدل سے نکالنا مولانا احمد رضا خانؒ کا کمال ہے۔ آپ نے امام شیبانی کی کتاب الحیل والمخارج کی طرز پر ایسی تعبیرات ذکر فرمائی ہیں جن سے عام انسان کو بڑی تیسیر و تسکین حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فتاویٰ خانیہ کی فصل فیما یکون فرارا عن الربا[۲۷] سے استدلال کرتے ہوئے شیخین کے مذھب پر بیع العینہ کو جائز قرار دیا جسمیں کوئی شخص ایک چیز ادھار پر بیچے اور پھر اسے نقد کم قیمت پر خرید لے لیکن یہ معاملہ بیع کی شرط پر مبنی نہ ہو۔[۲۸]

ہمارے خیال میں بیع العینہ کا جواز محلِ نظر ہے کیونکہ معاصر فقہاء نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ اس بارے مجمع فقہ اسلامی مکۃ المکرمۃ کا بیع التورق کے بارے میں فتویٰ موجود ہے جس میں بیع العینۃ کو ناجائز کہا گیا ہے۔[۲۹]

البتہ اس میں حدیثِ پاک "ضع و تعجّل" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جسمیں قرض خواہ کو کم رقم لینے کا حکم ہے جس کی مثال حدیث شریف میں ہے۔

عن ابن عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِخْرَاجِ بَنِي النَّضِيرِ مِنَ الْمَدِينَةِ، أَتَاهُ أُنَاسٌ مِنْهُمْ، فَقَالُوا: إِنَّ لَنَا دُيُونًا لَمْ تَحِلَّ، فَقَالَ: «ضَعُوا وتَعَجَّلُوا»[۳۰]

اسکے علاوہ فتاوی رضویہ میں اس بات کی خاص رعایت رکھی گئی ہے کہ بجائے لوگ سودی نظام کے قیدی ہو کر رہ جائیں انہیں علمائے کرام کی طرف سے اس سے بچنے کی تدابیر سمجھائی جائیں جس میں جائز حیلہ کو اختیار کیا جائے کیونکہ اسلام زندہ ہے اور رہے گا، غریب پرور ہے اور رہے گا اور تمام معاشی تحدّیات کا احاطہ بھی کرے گا اس لیے ان تدابیر و تعابیر سے آج بھی استفادہ کرنا ممکن ہے جو مولانا احمد رضا خانؒ نے گزشتہ صدی میں سودی ہتھکنڈوں سے بچنے کے لیئے ارشاد فرمائیں۔ اس موقف پر استدلال کے لیئے آپ نے حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ کو لیا ہے۔(وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ) اپنے ہاتھ میں (جھاڑو) لیجیئے اس سے ماریے اور قسم سے بری ہو جایئے[۳۱]

دوسرا استدلال

حضرت بلال کا ۲ کلو ردّی کھجوروں کے بدلے ا کلو اچھی کھجوریں لینے پر ممانعت میں ہے یعنی اسمیں پہلے ۲ کلو بیچ لیں پھر ا کلو لینے کا حکم ہے۔[۳۲]

تیسرا استدلال

جنیب خیبر والا ہے جس میں وہاں کے والی نے جیّد کھجوریں پیش کیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا خیبر کی سبھی کھجوریں ایسی ہیں تو عرض کی۔ نہیں بلکہ ہم دو تین کلو کے بدلے یہ کھجور تبدیل کرتے ہیں۔ تو فرمایا نہیں پہلے دو تین کلو بیچو پھر یہ ایک کلو خریدو۔[۳۳]

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس طرح ربا الفضل سے بچنا مقصود ہے۔ دوسرا اس میں ترویج تجارت بھی ہے۔ جتنی دفعہ زیادہ خرید وفروخت کی جائے گی نفع بڑھے گا، کاروبار میں بھی اضافہ ہوگا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ اسطرح بھی زیادتیٔ مال کا حصول مراد ہے تو مولانا نے جواب دیا ہے کہ (وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا)[۳۴] اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام

نتیجہ بحث

ہمارے نزدیک بھی نوٹ حکومت پر قرض کی سند نہیں بلکہ ادائیگی مال کی ضمانت کا وسیلہ ہے۔ دوسری بات اس میں نیت کا اعتبار بھی ہے جو کہ استبدالِ اشیاء ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام سود کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اور بہت سے انفاق وصدقات وکفارات کا حکم دیتا ہے اس لیے یہ نظام غریب پرور ہے۔ قرآن حکیم کی ۱۸۰ آیات براہ راست اقتصادی احکام واوامر پر مبنی ہیں۔ حدیث شریف کا بے شمار ذخیرہ ان آیاتِ الٰہیہ کی تفسیر وتائید کرتا ہے۔

۶۲۵ء کی ریاستِ مدینہ طیبہ سے شروع ہو کر اس مبارک نظام کے ثمرات خلفائے راشدین، علمائے مجتہدین کے ذریعے خلافتِ عثمانیہ ۱۹۲۲ء تک تیرہ سو سال انسانوں کی دستگیری کرتے رہے۔ آج پھر علمائے حق پر مسلسل رابطے اور بحث وتحقیق کا فریضہ ہے کہ وہ اسلامی نظامِ معیشت کو زیادہ فعّال، نفع بخش اور مبارک ثابت کریں تاکہ قافلہ بشریت صراطِ مستقیم پر گامزن ہو۔

حواشی وحوالہ جات

Journey of Pakistan Currency,http://Wikipedia,Currency.1

2 رضوی، بدر الدین احمد، سوانح امام احمد رضا، مکتبہ رضویہ نوریہ، سکھر، ۱۹۸۷ء، ص ۳۱۴

3 ،الازہری، جسٹس پیر محمد کرم شاہ، جمال القرآن، ط۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ص ۳۵۵۔

4 الغزالی، احیاء العلوم،، کتاب الشکر، ربع المنجیات،، دار الشعب، مصر۔ ج ۴

5 الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیہ ۴۱: ۱۷۷، مقریزی کی کتاب کا مخطوط، شذور العقود فی ذکر النقود ۱۶ صفحات، بتاریخ ۱۵ جمادی الاولی ۱۰۱۸ھ، نشر جامعۃ الملک سعود، الریاض۔

6 ابن بطوطہ، رحلۃ ابن بطوطہ، نشر اکادیمیۃ المملکۃ المغربیۃ، ۱۹۹۴ء، ۱۲۹/۴

7 المرغینانی۔ الھدایۃ، کتاب البیوع، باب الربا، ۶۳/۳

8 امام احمد رضا خان، کفل الفقیہ الفاھم، طبعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۳، ص ۵۰

9 السعدی، شیخ عبد الرحمن، الفتاوی السعدیہ، الریاض، ۱۹۸/۴

10 الشیخ محمد بن عثیمین، الشرح الممتع علی زاد المستقنع، کتاب البیع، باب الربا والصرف، دار ابن الجوزی، القاھرہ، ۱۴۲۸، ۲۰۰۷/۴۰۵

11 البسام، عبداللہ، تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام،، دار المغنی، الریاض، ۲۰۰۶، ص۷

12 اقناع النفوس بإلحاق الانوات بعملة الفلوس، أحمد الخطیب، المطبعة الأاھلیة، بیروت، ص48

13 مخلوف محمد حسنین، التبیان فی حکم زکاۃ الاثمان،، مطبعۃ حلبی، مصر۱۹۰۸، ص۵۰-۵۲

14 الجعید، ستر بن یوسف، نقلا عن رسالۃ ماجستیر: احکام الاوراق النقدیۃ والتجاریۃ فی الفقہ الاسلامی،، جامعۃ ام القری بمکۃ المکرمۃ ۱۹۴۸، ص۱۸۱

15 الشیخ سلیمان بن المنیع، الورق النقدی: حقیقتہ وتاریخہ وحکمہ، بحوث فی الاقتصاد الاسلامی المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۶ھ، ص۵-۷

16 الشنقیطي محمد الأمین، اضواء البیان في ایضاح القرآن بالقرآن،، (wikipedia)

17 متولی ابو بکر، اقتصادیات النقود فی اطار الفکر الاسلامی،، دار التوفیق النموذجیۃ، قاہرہ، ص۴۷، ۴۸

18 الساعاتی، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل،، کتاب البیوع والکسب، دار الحدیث قاہرہ، ص۲۳۱، ۲۳۲

19 الخباز، محمد نبہان، منحۃ الاخلاق فی بیان تحریم الربا ووجوب الزکاۃ فی الاوراق،، ذخائر المکتبۃ الاسلامیہ، ص۲۴

20 مجلۃ المجمع ۳۴، ج۳، دار القلم دمشق ۱۹۹۸، ۶۳/۳

21 قرارات مجمع الفقہ، المکۃ المکرمۃ، دورہ ۱-۷ ارابطہ العالم الاسلامی ۱۹۷۷/۲۰۰۴، ص۱۰۱

22 عثمانی، محمد تقی، قضایا فقہیہ معاصرہ،، مکتبۃ المعارف، کراچی

23 سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم،، ج۴، مکتبہ فریدیہ، ساھیوال

24 المرغینانی، علی بن ابو بکر، الھدایہ، کتاب البیوع، فصل الربا، ۶۳/۳

25 سورۃ النساء: ۲۹

26 الحنفی، ابن نجیم، النھر الفائق،، کتاب البیوع، باب الربا، ۳۷۸/۳

27 خان قاضی، الفتاویٰ الخانیہ، کتاب البیوع، باب فی بیع مال الربا، نولکشور لکھنؤ، ۴۰۸/۲

28 خان، امام احمد رضا، کفل الفقیہ الفاھم، ص۵۷ (مرجع سابق)

مجلس المجمع الفقھي الإسلامی برابطۃ العالم الإسلامی في دورتہ الخامسۃ عشرۃ المنعقدۃ بمکۃ المکرمۃ التی بدأت یوم السبت ۱۱ رجب ۱۴۱۹ھ الموافق ۱۹۹۸/۱۰/۳۱م 29

۲۳ الحدیث رواہ الحاکم في المستدرک (۶۱/۲) والدار قطني في السنن (۴۶۵/۳) وضعفہ البیھقي في السنن الکبری (۴۶/۶)، والذھبي، وابن کثیر کما في البدایۃ والنھایۃ، طَ۔ ھجر (۵۳۷/۵)، لکن صححہ ابن القیم کما في إغاثۃ اللھفان (۱۳/۲)

31 سورۃ ص: ۴۴

32 البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوکالۃ برقم ۲۳۱۲

33 البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح،، کتاب البیوع، برقم ۲۲۰۱

34 سورۃ البقرہ: ۲۷۵